گیارھواں فقہی سمینار

منعقدہ:۲۹/ذی الحجہ ۱۴۱۹ھ-۲/محرم ۱۴۲۰ھ مطابق ۱۷-۱۹/اپریل ۱۹۹۹ء، امارت شرعیہ، پھلواری شریف، پٹنہ

☆ نکاح میں ولایت کے مسائل

☆ نکاح میں کفاءت کے مسائل

☆ ضعیف احادیث کے احکام

سوالنامہ:

نکاح میں ولایت کے مسائل

نکاح سماجی زندگی کا ایک اہم مسئلہ ہے، کیونکہ بنیادی طور پر نکاح ہی سے خاندان وجود میں آتا ہے، اسی لئے کتاب وسنت میں عبادات کے بعد سب سے زیادہ نکاح وطلاق، زوجین کے حقوق وفرائض اور ازدواجی زندگی سے متعلق جزوی تفصیلات کا ذکر آیا ہے، اسلام نے زندگی کے بارے میں جو احکام دیئے ہیں ان کی روح یہ ہے کہ نکاح کا رشتہ زیادہ سے زیادہ مستحکم اور پائیدار ہو، شریعت نے اس کے لئے مختلف تدابیر اختیار کی ہیں، منجملہ ان کے ولایت وکفاءت کا مسئلہ بھی ہے۔

عصر حاضر میں سماجی قدروں میں تبدیلیوں کی وجہ سے ولایت وکفاءت سے متعلق بعض مسائل موضوع بحث بنے ہوئے ہیں، اس پس منظر میں ولایت وکفاءت کی بابت اسلامی تعلیمات اور عصر حاضر میں اس کی تطبیق کے لئے علماء وارباب افتاء کو غور وفکر کی دعوت دینے کی ضرورت محسوس ہوئی، اس سلسلہ میں حسب ذیل سوالات آپ کی خدمت میں پیش ہیں:

ولایت کے اقسام اور ان کے شرائط کیا ہیں:

سوال نمبر ۱: شریعت اسلامیہ میں ولایت کا مفہوم کیا ہے، اور ولایت علی النفس کے لئے کیا شرطیں ہیں؟

سوال نمبر ۲: اسلامی شریعت نے کن لوگوں کو خود اپنا نکاح کرنے کا اختیار دیا ہے، اور کن کے نکاح کا اختیار اولیاء کے حوالہ کیا ہے؟ ان نکات کو بھی ملحوظ رکھیں:

(الف) ولایت کے بارے میں لڑکی اور لڑکے میں کیا کچھ فرق ہے؟ لڑکے پر ولی کی ولایت کب ختم ہوتی ہے؟ اور لڑکی پر ولی کی ولایت کب ختم ہوتی ہے؟

(ب) نکاح کے بارے میں عاقلہ بالغہ لڑکی کے خود اپنے نفس پر کیا اختیارات ہیں، کیا وہ ولی کی مرضی کے بغیر اپنا نکاح خود کر سکتی ہے؟ ولی کی مرضی کے بغیر لڑکی نے اگر از خود اپنا نکاح کر لیا تو شرعاً منعقد ہوا یا نہیں، ایسا کرنے سے لڑکی گنہگار ہوئی یا نہیں؟

(ج) عاقلہ بالغہ نے ولی کی اجازت اور مرضی کے بغیر اپنا نکاح کر لیا، اور جب ولی کو اس نکاح کا علم ہوا تو اس نے اس نکاح سے اتفاق کیا یا اسے رد کر دیا تو شرعاً اس اجازت اور رد کا اس نکاح پر کیا اثر ہوگا؟

سوال نمبر ۳: عاقلہ بالغہ لڑکی کے از خود نکاح کر لینے کی صورت میں اولیاء کو اس نکاح پر اعتراض کرنے کا حق ہے یا نہیں؟ کیا اولیاء اس نکاح کو بذریعہ قاضی فسخ کرا سکتے ہیں؟

سوال نمبر ۴: زیر ولایت لڑکی کا نکاح ولی نے اس کی نابالغی کے زمانہ میں کر دیا، لیکن لڑکی اس نکاح سے مطمئن اور خوش نہیں ہے تو نکاح وہ فسخ کرا سکتی ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں باپ اور دادا کے کئے ہوئے نکاح اور دوسرے اولیاء کے کئے ہوئے نکاح کے حکم میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟

سوال نمبر ۵: خیار بلوغ کا حق لڑکی کو کب تک حاصل ہوتا ہے اور کب ساقط ہوجاتا ہے؟ قریب تر ولی زندہ ہو اور نسبۃً دور کے ولی نے لڑکے یا لڑکی کا نکاح کردیا تو یہ نکاح صحیح اور نافذ ہوگا یا نہیں؟

سوال نمبر ۶: اگر ولی نے لڑکی کا نکاح کرتے وقت خود لڑکی کے مصالح ومفادات کا لحاظ نہیں کیا بلکہ کسی دباؤ یا اپنے کسی مفاد کی خاطر نامناسب جگہ لڑکی کی شادی کردی، لڑکی اس نکاح سے مطمئن اور راضی نہیں ہے اور قاضی کے یہاں فسخ نکاح کا دعوی لے کر آئی ہے، بیانات اور گواہوں کے بعد قاضی یہ بات محسوس کرتا ہے کہ ولی نے اس نکاح میں لڑکی کے مصالح ومفادات کا سرے سے لحاظ نہیں کیا تو اس نکاح کو فسخ کرسکتا ہے یا نہیں؟ ولی کے معروف بسوء الاختیار، ماجن اور فاسق متہتک ہونے سے کیا مراد ہے؟

سوال نمبر ۷: ولی کون لوگ ہیں، اور اولیاء میں باہم کیا ترتیب ہے؟

سوال نمبر ۸: کسی لڑکی کے اگر یکساں درجہ کے ایک سے زائد ولی ہوں اور اجازت ولی کو شرط صحت قرار دیا جائے تو کیا نکاح کی صحت کے لئے کسی ایک ولی کی اجازت کافی ہوگی یا تمام مساوی اولیاء کا اتفاق ضروری ہوگا؟

☆☆☆

سوالنامہ:

بابت کفاءت

اسلام نے اسلامی اخوت اور عظیم انسانی برادری کا تصور دیا ہے، اور اس حقیقت کا واشگاف اعلان کیا ہے کہ سارے انسان ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں، رنگ ونسل قوم وقبیلہ کی بنیاد پر کسی کو کسی پر فضیلت حاصل نہیں اور عزت وشرافت کا معیار تقوی ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

" یا أیها الناس إنا خلقناکم من ذکر وأنثی وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا إن أکرمکم عند الله أتقاکم "

اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

" لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لأبیض علی أسود ولا لأسود علی أبیض إلا بالتقوی"۔

دوسری طرف اسلام نے نکاح کو خوشگوار اور پائدار بنانے کیلئے بہت سی ہدایات دی ہیں، کیونکہ اسلام یہ نہیں چاہتا کہ نکاح کا رشتہ کھیل تماشہ بن جائے اور ازدواجی زندگی کے عدم استحکام سے انسانی سماج کو طرح طرح کے خطرات لاحق ہوجائیں، رشتہ نکاح کے استحکام واستواری کیلئے میاں بیوی کے درمیان ہم آہنگی، مزاجوں کی یکسانیت اور دونوں کی سماجی ومعاشی سطح میں قربت ومناسبت بنیادی عوامل ہیں، بے جوڑ شادیاں عام طور پر ناکام رہتی ہیں، شریعت نے اسی مصلحت کے پیش نظر کفاءت کا مسئلہ رکھا لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس دور میں کفاءت کے مسئلہ میں خاصہ افراط وتفریط کا رجحان چل رہا ہے، ایک طبقہ کلیۃ کفاءت کو مسترد کرنے کا رجحان رکھتا ہے تو دوسرے طبقہ نے مسئلہ کفاءت کو ذات برادری، اونچ نیچ کے ان تصورات سے وابستہ کردیا ہے جنہیں ختم کرنا اسلام کے اولین مقاصد میں ہے، ان حالات میں کفاءت کے مسائل پر غور کرنے اور اس بابت اسلام کی راہ اعتدال اجاگر کرنے کیلئے درج ذیل سوالات آپ کی خدمت میں پیش کئے جارہے ہیں:

۱- شریعت اسلامی میں کفاءت کی کیا حقیقت ہے، اور نکاح میں کفاءت کو مشروع قرار دینے کے مصالح کیا ہیں؟

۲- کفاءت کا اعتبار کن چیزوں میں کیا جائے گا، اس سلسلہ میں فقہاء ومجتہدین کے مسالک ودلائل کیا ہیں؟ فقہاء نے کفاءت کے بارے میں جن چیزوں کی تعیین کی ہے ان کا مدار نصوص پر ہے یا ان کے دور کے حالات پر، جو حالات اور عرف کی تبدیلی سے بدل سکتے ہیں؟

۳- ہندوستان کے بہت سے مسلم خاندان نسبی کفاءت کے بارے میں غلو اور بے اعتدالی میں گرفتار ہیں، اپنے نسب اور خاندان میں مناسب رشتہ نہ پانے کی وجہ سے بسا اوقات ان کی لڑکیاں طویل عمر تک بن بیاہی رہتی ہیں اور اس کے نتیجے میں بہت سے مفاسد پیدا ہوتے ہیں، ضرورت کے باوجود دوسرے نسب وخاندان میں رشتہ کرنے میں نسبی بنیاد پر اونچ نیچ کے تصورات بھی رکاوٹ بنتے ہیں، یہ ایک حقیقت ہے کہ ہندوستان کا مسلم معاشرہ کسی حد تک ہندو سماج کی طبقاتی تقسیم اور نسب وپیشہ کی بنیاد پر اونچ نیچ کے تصورات سے متاثر رہا ہے، ہمارے سماج کی اس کمزوری کا فائدہ اٹھا کر اور اسے بہت بڑھا چڑھا کر پیش کرکے ہمارے دشمن ہندوستانی مسلمانوں کو سیاسی اور سماجی طور پر ذات برادری کے نام پر مختلف خانوں میں بانٹنے اور ان کے درمیان نفرت وعداوت کی دیوار کھڑی کرنے کی منظّم اور

مربوط کوشش کررہے ہیں، تاکہ ہندوستان میں ملت اسلامیہ بالکل بے وقعت اور بے اثر ہوجائے۔ہمیں انتہائی افسوس کے ساتھ اعتراف کرنا پڑ رہا ہے کہ اسلام دشمن طاقتوں کی یہ منحوس کوششیں دن بہ دن کامیاب ہوتی جارہی ہیں۔

اس پس منظر میں نسبی کفاءت کی شرعی حیثیت پر تفصیل کے ساتھ غور کرنے کی ضرورت ہے، اس سلسلہ میں درج ذیل نکات جواب طلب ہیں:

الف- اسلامی شریعت میں نسب میں کفاءت کا اعتبار ہے یا نہیں؟

ب- اگر نسب میں کفاءت معتبر ہے تو اس کا اعتبار صرف اہل عرب کے لئے ہے یا عرب وعجم سب کے لئے معتبر ہے؟

ج- نسبی کفاءت کے شرعی ضابطے اور ضروری تفصیلات کیا ہیں؟

۴- موجودہ حالات میں کفاءت میں کیا قدیم الاسلام اور جدید الاسلام ہونے کا اعتبار کیا جائے گا؟ جب کہ بعض حضرات کا خیال ہے کہ یہ تصور نومسلموں کو مسلم سوسائٹی میں جذب کرنے اور ان کے معاشرتی مسائل کو حل کرنے میں رکاوٹ بن رہا ہے، اور ایک حد تک خود اسلام کی دعوت وتبلیغ میں سدراہ ہے۔

۵- اگر کفاءت کا مسئلہ ہر دور کے عرف وحالات پر مبنی ہے تو دور حاضر میں آپ کے نزدیک کفاءت میں کن چیزوں کا لحاظ کیا جانا ضروری ہے؟

۶- کفاءت کا اعتبار مرد وعورت دونوں کے بارے میں کیا جائے گا یا صرف عورت کے بارے میں؟

۷- (الف): کفاءت ولی کا حق ہے یا عورت کا یا دونوں کا؟

(ب) عاقلہ بالغہ خاتون نے اگر غیر کفو میں ولی کی رضامندی کے بغیر نکاح کرلیا تو یہ نکاح شرعا منعقد اور لازم ہوگا یا نہیں؟

(ج) مذکورہ بالا نکاح اگر منعقد ہوگیا تو کیا ولی اس نکاح کو فسخ کراسکتا ہے؟

۸- کسی لڑکے یا اس کے گھر والوں نے اگر رشتہ نکاح طے کرتے وقت غلط بیانی سے کام لیا اور اپنے نسب وخاندان یا معاشی وسماجی حالت کے بارے میں خلاف واقع باتیں بیان کرکے لڑکی اور اس کے اہل خانہ کو نکاح پر آمادہ کیا اور نکاح کرلیا، لیکن بعد میں اس کی دھوکہ دہی اور غلط بیانی واضح ہوئی تو اس نکاح کا کیا حکم ہے؟ کیا لڑکی اور اس کے اولیاء کو یہ نکاح فسخ کرانے کا اختیار ہے؟

☆☆☆

سوالنامہ

احادیث ضعیفہ

احکام شرعیہ کے بنیادی مآخذ دو ہیں: کتاب وسنت، لیکن سنت نبویہ، یعنی احادیث جن ذرائع سے ہم تک پہنچی ہیں، راویوں کے استناد واعتبار کے لحاظ سے وہ سب ایک درجہ کی نہیں ہیں، اس لئے اصولی طور پر احادیث کے قابل عمل ہونے اور نہ ہونے کے اعتبار سے دو قسمیں کی جاتی ہیں مقبول اور غیر مقبول، غیر مقبول کو مردود وضعیف بھی کہہ دیتے ہیں۔

پھر مقبول کی چند اقسام کی جاتی ہیں جیسا کہ معروف ہے، یعنی صحیح وحسن، جو احادیث صحیح یا حسن قرار پائیں ان پر عمل اور ان کے حجت ودلیل شرعی ہونے میں کوئی اختلاف نہیں، البتہ جن احادیث کو ضعیف قرار دیا جاتا ہے ان کے بارے میں یہ بات قابل غور ہے کہ کیا وہ بالکل ہی قابل رد ہیں؟ یا بعض حالات ومؤیدات کے پائے جانے کی صورت میں ان پر عمل کیا جا سکتا ہے؟ اور کیا فضائل میں ان کا اعتبار ہے؟ اس سلسلہ میں بھی موجودہ دور میں افراط وتفریط پائی جاتی ہے، اسی پس منظر میں اس سمینار کے لئے ایک موضوع ''احادیث ضعیفہ کی استدلالی حیثیت'' بھی رکھا گیا ہے، جس کی اہمیت اہل علم اور اصحاب نظر کے لئے محتاج اظہار نہیں؟ اس سلسلہ میں درج ذیل سوالات آپ کی توجہ کے مستحق ہیں:

الف-ضعیف

۱- حدیث ضعیف کی تعریف کیا ہے؟

۲- ضعف احادیث کے اہم اور بنیادی اسباب کیا ہیں؟ اور بالخصوص محدثین وفقہاء کے درمیان اتفاقی واختلافی نکات تحریر کئے جائیں تو مناسب ہے؟

۳- حدیث ضعیف کا اجمالی واصولی حکم کیا ہے؟

ب-موضوع

۱- موضوع کی تعریف کیا ہے؟

۲- حدیث موضوع کا کیا حکم ہے؟

۳- کیا کسی واضع حدیث اور کذاب فی الحدیث راوی کا کسی سند میں شامل ہونا وضع کا حکم لگانے کے لئے کافی ہے، اور ایسی ہر حدیث موضوع تصور کی جائے گی جس میں ایسا راوی آ گیا ہو، یا اس میں کچھ تفصیل ہے؟

حدیث ضعیف متلقی بالقبول

۱- بہت سی ضعیف احادیث ایسی ہیں جن کے لئے ہم کو ''تلقی بالقبول'' کی تعبیر ملتی ہے، تو حدیث ضعیف کے متلقی بالقبول ہونے سے کیا مراد ہے؟ اور کن لوگوں کے قبول کرنے پر ''تلقی'' کا اطلاق ہوگا؟

۲- ایسی ضعیف حدیث کا کیا حکم ہے؟ اس پر کس حد تک عمل اور اعتماد کی گنجائش ہے؟

۳- تلقی کی ایک صورت روایت کی ہے کہ علماء اس کو آپس میں روایت کرتے ہوں اور ایک یہ ہے کہ اس کے موافق عمل کرتے ہوں، کیا حکم کے اعتبار سے دونوں صورتوں کے درمیان فرق کیا جائے گا؟ یا دونوں کا حکم یکساں ہے؟

حدیث ضعیف مؤید بقرائن

کچھ احادیث ضعیفہ وہ ہیں کہ ان کے لئے تلقی تو نہیں پائی جاتی، البتہ ان کے ساتھ ایسے قرائن پائے جاتے ہیں جن سے حدیث کے مضمون کو تقویت پہنچتی ہے، اور ان امور کو اس کے ضعف کے لئے جابر (دور کرنے والا) قرار دیا جاتا ہے، ایسی حدیث کو ''ضعیف منجبر'' یا ضعیف مؤید بقرائن کہا جاسکتا ہے۔

۱- حدیث ضعیف منجبر سے کیا مراد ہے؟ ایسی حدیثیں اصلاً مقبول ہوتی ہیں یا غیر مقبول؟

۲- کیا فضائل کے علاوہ مسائل واحکام میں بھی ان پر اعتماد کیا جاسکتا ہے؟

۳- وہ کیا امور ہیں جو حدیث کے ضعف کی تلافی کا ذریعہ بنتے ہیں؟

۴- تعدد طرق حدیث کا ایک سے زائد سندوں سے مروی ہونے کا اس سلسلہ میں کس حد تک اعتبار ہے؟ کیا کسی ضعیف حدیث کے لئے محض ایک سے زیادہ سند سے مروی ہونا کافی ہے، جبکہ وہ دوسری سند بھی ضعیف ہو، اور اسی صحابی کے واسطے سے مروی ہو جس سے اصل حدیث روایت کی جارہی ہو، اور اس میں مضمون ولفظ کی موافقت کی شرط ہوگی یا نہیں؟

۵- تعدد وغیرہ سے ہر قسم کی ضعیف حدیث کو فائدہ ہوتا ہے یا یہ کہ اس میں تخصیص وتفصیل ہے، اس بابت ضابطہ ومعیار کیا ہے؟

احکام میں احادیث ضعیفہ سے استدلال

۱- ایسی ضعیف احادیث جن کے ساتھ تلقی یا قرائن نہ پائے جائیں کیا کسی صورت میں احکام ومسائل کے باب میں ان کا بھی اعتبار ہے، اس بابت ائمہ مجتہدین اور اصولیین کے نظریات کیا ہیں؟

۲- بعض ائمہ جیسے امام ابوحنیفہؒ اور امام احمدؒ سے جو احادیث ضعیفہ پر عمل کی گنجائش نقل کی جاتی ہے تو ان کے کلام میں ضعیف کا مصداق کیا ہے، حسن لغیرہ یا وہ حدیث جو متاخرین کے نزدیک ضعیف کا مصداق ہے؟

۳- اگر احکام میں بھی ایسی ضعیف احادیث کا اعتبار ہے، تو کیا اس سلسلہ میں کچھ شرطیں بھی ہیں؟ اور ہیں تو کیا ہیں؟

مناسب ہوگا کہ اس سلسلہ میں جو بھی نقطۂ نظر اختیار کیا جائے، اس کے لئے ان فقہاء کے نزدیک ایسی احادیث ضعیفہ کے مقبول ہونے کو مثال سے بھی واضح کیا جائے۔

فضائل کے باب میں حدیث ضعیف کے استدلال واعتبار

۱- کیا فضائل کے باب میں ''ضعیف احادیث'' پر اعتماد درست ہے؟ اس بابت حضرات محدثین اور اصولیین کے کیا نظریات ہیں؟

۲- کیا اس پر اعتماد واعتبار کے لئے کچھ شرطیں بھی ہیں؟ اگر ہیں تو وہ کیا ہیں؟

☆☆☆

تجاویز:

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے گیارہویں فقہی سمینار کا مقام ہندوستان کی ایک اہم و مؤقر دینی درسگاہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ طے پایا تھا، لیکن ندوۃ العلماء کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی کی اچانک شدید علالت کی وجہ سے آخری دنوں میں سمینار کا مقام تبدیل کیا گیا۔

نازک وقت میں اتنی بڑی تبدیلی کے باوجود خدائے ذوالجلال کا ہزار ہا کرم و احسان اور کارکنان کی مسلسل جدوجہد نے ساری مشکلات کافور کردی، اور امارت شرعیہ کے بالکل جدید تعمیر شدہ المعہد بلڈنگ کے خوبصورت ہال میں پورے وقار و تاب اور اہتمام کے ساتھ تین روزہ یہ سمینار منعقد ہوا۔

موسم کی شدت اور پروگرام کی تبدیلی کا کوئی بھی اثر سمینار کے فاضل شرکاء گرامی پر الحمدللہ نہیں ہوا؛ بلکہ مختلف حلقوں کی نمائندگی کے اعتبار سے یہ سمینار کافی ممتاز تھا، بیرون ملک سے جناب مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب اور جناب ڈاکٹر وہبہ زحیلی صاحب وغیرہ کی تشریف آوری نے بھی اس کی افادیت و رونق میں اضافہ کردیا تھا۔

اس سمینار میں وقت کے دو اہم ترین سماجی موضوعات زیر بحث تھے:

☆ نکاح میں ولایت کے مسائل

☆ نکاح میں کفاءت کے مسائل

ان کے علاوہ ایک اہم ترین اصولی موضوع بھی زیر غور تھا، یعنی:

☆ ضعیف احادیث کے احکام

اس تین روزہ سمینار میں ملک بھر سے آئے ہوئے ممتاز علماء و فقہاء اور ارباب افتاء نے مذکورہ تینوں موضوعات پر مفصل فیصلے فرمائے جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱- نکاح میں ولایت کے مسائل:

۱: الف- شریعت اسلامیہ میں ولایت نکاح کا مفہوم یہ ہے: کسی کو دوسرے کے عقد نکاح کا اختیار حاصل ہونا۔

ب- اس کی دو صورتیں ہیں: ۱- ولایت اجبار، ۲- ولایت استحباب۔

ولایت اجبار: ایسا اختیار جو دوسرے کی رضامندی پر موقوف نہ ہو۔

ولایت استحباب: ایسا اختیار جو دوسرے کی رضامندی پر موقوف ہو۔

ج- شرعاً ولی کے لئے حسب ذیل صفات ضروری ہیں:

دماغی توازن کا درست ہونا، بالغ ہونا، آزاد ہونا، وراثت کا استحقاق ہونا، مسلمان ہونا۔

☆ اولیاء کی ترتیب عصبات میں وراثت کی ترتیب کے مطابق ہے۔

۲- ہر عاقل وبالغ کوخواہ مرد ہو یا عورت، خود اپنا نکاح کرنے کا حق حاصل ہے، اور جو بالغ نہیں یا جس کا دماغی توازن صحیح نہ ہو تو ان کے نکاح کا اختیار اولیاء کو حاصل ہے، اور اس سلسلہ میں لڑکی ولڑکے کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔

۳- عاقلہ بالغہ لڑکی کو ولی کی مرضی کے بغیر خود اپنا نکاح کرنے کا حق حاصل ہے؛ البتہ بہتر یہ ہے کہ اولیاء اور لڑکی کی رضامندی سے نکاح ہو۔

۴- عاقلہ بالغہ لڑکی اپنے نکاح میں کفاءت یا مہر کے مطلوبہ معیار کا لحاظ نہ کرے تو اولیاء کو قاضی کے ذریعہ تفریق کا حق حاصل ہوگا۔

۵: الف- جس لڑکی کا نکاح باپ یا دادا نے نابالغی میں کر دیا ہو وہ نکاح لازم ہے، الا یہ کہ وہ لڑکی اس وجہ سے اس نکاح کو پسند نہ کرے کہ باپ دادا نے اس کا نکاح کسی لالچ میں آکر یا لاپرواہی سے کام لے کر یا بدتدبیری کے ساتھ کر دیا ہے، یا ولی اعلانیہ فاسق ہے تو اس کو قاضی کے ذریعہ حق تفریق حاصل ہے۔

ب- باپ اور دادا کے علاوہ دوسرے اولیاء کا کرایا ہوا نکاح درست ہے؛ البتہ اگر لڑکی اس نکاح پر مطمئن نہ ہو تو بوقت بلوغ اس کو نکاح فسخ کرانے کا حق حاصل ہوگا۔

ج- کنواری لڑکی کے لئے اس حق (خیار بلوغ) کا استعمال بوقت بلوغ ضروری ہے، بشرطیکہ بلوغ سے پہلے اس کو نکاح کا علم ہو چکا ہو اور حکم شرعی کا بھی علم ہو، بصورت دیگر اس کو یہ اختیار نکاح کا علم ہونے تک یا مسئلہ کا علم ہونے تک باقی رہے گا۔

د- شوہر دیدہ یعنی ثیبہ لڑکی کو یہ حق (خیار بلوغ) اس وقت تک حاصل رہے گا جب تک کہ اس کی طرف سے رضامندی کا اظہار نہ ہو، خواہ یہ اظہار صراحۃً ہو یا قرائن کے ذریعہ، اسی طرح یہ حق واختیار اس وقت تک رہے گا جب تک کہ اس کو مسئلہ کا یا نکاح کا علم نہ ہو۔

۶- (الف) ایک سے زائد یکساں درجہ کے اولیاء موجود ہوں تو جو ولی پہلے نکاح کر دے اس کا نکاح صحیح ہے۔

ب- اور قریب تر ولی کی موجودگی میں نسبتاً دور کا ولی نابالغ لڑکی یا لڑکے کا نکاح کر دے تو قریب تر ولی کی اجازت پر موقوف ہوگا؛ البتہ اگر قریب تر ولی کی رائے سے بر وقت واقف ہونا ممکن نہ ہو اور تاخیر میں کفو کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو دور کے ولی کا کرایا ہوا نکاح درست ہے۔

۲- نکاح میں کفاءت کے مسائل:

۱- اسلام تمام بنی نوع انسان کو ایک اور برابر تسلیم کرتا ہے اور آدمی آدمی کے درمیان کوئی فرق روا نہیں رکھتا اور بحیثیت انسان ہر ایک کو برابر عزت دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: {يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ} [حجرات/۱۳]۔

اس لئے اسلامی نقطۂ نظر سے انسانوں کی طبقاتی تقسیم اور رنگ ونسل کی بنیاد پر انسانوں کو اعلیٰ اور گھٹیا سمجھنا گوارہ نہیں کیا جاسکتا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: {وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ} [الاسراء/۷۰]۔

۲- اسلام نے بہت صاف لفظوں میں اخوت اسلامی کا نظریہ پیش کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: {إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ}

[حجرات/۱۰]۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا:’’المؤمن للمؤمن کالبنیان یشدّ بعضه بعضا‘‘، اورفرمایا:’’مثل المؤمنين في توادهم وتراحمهم وتعاطفهم كمثل الجسد الواحد إذا اشتكى منه عضو تداعى له سائر الجسد بالسهر والحمى‘‘۔

اس لئے ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے،کسی کا دوسرے کوذات برادری کی بنیاد پر حقیر سمجھنا اورنسب ونسل اورزبان پرفخر کرنا اسلامی تعلیمات کی صریح خلاف ورزی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:’’لا یحلّ لمسلم أن یحقر أخاه المسلم، کل المسلم علی المسلم حرام دمه وماله وعرضه‘‘۔

۳- نکاح کے ذریعہ دواجنبی مردوعورت زندگی بھرکی رفاقت کا عہدوپیمان کرتے ہیں اورایک دوسرے کے رازدار، پردہ پوش اوروجہ سکون بن جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کاارشادہے:(هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ) [بقرہ/۱۸۷]۔اورارشادہے:(وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً)[الروم/۲۱]۔

اسلام نکاح کواستواراورپائیداردیکھنا چاہتا ہے اورایسی ہدایات دیتا ہے جن پرعمل کرنے سے نکاح اپنے مقاصد کوپورا کرے اور میاں بیوی تاحیات خوشگوارزندگی گذارسکیں۔

۴- کفاءت کی حقیقت مماثلت اور یگانگت ہے، میاں بیوی کے درمیان فکر وخیال، معاشرت، طرز رہائش، دینداری وغیرہ میں یکسانیت یاقربت ہونے کی صورت میں اس کی زیادہ امید ہوتی ہے کہ دونوں کی ازدواجی زندگی خوشگوارگذرے،اوررشتہ نکاح مستحکم ہو، بے جوڑنکاح عموماً ناکام رہتے ہیں، اوراس ناکامی کے بُرے اثرات ان دونوں شخصوں سے متجاوز ہوکر دونوں کے گھروں اور خاندانوں تک پہنچتے ہیں،اس لئے احکام نکاح میں شریعت نے کفاءت کی رعایت کی ہے۔

۵- مسلمان عاقل بالغ لڑکے اورلڑکی کا باہمی رضامندی سے کیا گیا عقدنکاح شرعاً منعقد ہوجاتا ہے،کفاءت لزوم عقد میں مؤثر ہے، صحت وانعقادنکاح میں نہیں۔

۶- کوئی بھی غیر مسلم اسلام قبول کرلینے کے بعد مسلم سوسائٹی کا معززفرد بن جاتا ہے، اسے پشتینی مسلمانوں کے برابرحقوق واحترام حاصل ہوجاتا ہے۔مسلمان لڑکیوں کا نکاح اگر نومسلم نوجوانوں سے کیا جائے تو نہ صرف یہ کہ یہ جائز ہوگا بلکہ موجب اجروثواب ہے۔

۷- مردکوعورت کا کفوہونا چاہئے، عورت مرد کی کفو ہو یا نہ ہو، واضح رہے کہ کفاءت کا اعتبار صرف عورت کی طرف سے ہے، یعنی ضروری ہے کہ شوہرعورت کے معیار کا ہو یا اس سے بڑھ کر۔ عاقل بالغ مرد نے کفو میں نکاح کیا ہو یا غیر کفو میں، شرعاً منعقداور لازم ہے، اس پرمرد کے اہل خانہ کواعتراض کاحق نہیں ہے۔

۸- اگر عاقلہ بالغہ خاتون نے غیرکفو میں ولی کی رضامندی کے بغیرنکاح کرلیا تو یہ نکاح شرعاً منعقد ہوگا،لیکن اولیاء کوقاضی کے یہاں مرافعہ کاحق ہوگا۔

۹- کسی لڑکے یا اس کے گھر والوں نے رشتۂ نکاح طے کرتے وقت غلط بیانی سے کام لیا اوراپنے نسب وخاندان یا معاشی وسماجی حالت

کے بارے میں خلاف واقعہ باتیں بیان کر کے نکاح کرلیا لیکن بعد میں اس کی دھوکہ دہی اور غلط بیانی ظاہر ہوئی تو وہ نکاح منعقد ہوگا، لیکن لڑکی یا اس کے اولیاء کو مرافعہ کا حق ہوگا۔

۱۰- مسئلہ کفاءت میں دینداری کا اعتبار تو ضروری ہے، دیگر امور ایسے ہیں جن کا تعلق عرف وعادت اور سماجی حالات سے ہے، اس لئے پوری دنیا اور تمام ممالک واقوام کے لئے امور کفاءت کی تعیین وتحدید یکساں نہیں ہوسکتی، لہذا ہر ملک وعلاقہ کے علماء وفقہاء وہاں کے عرف وعادات اور سماجی احوال کے پیش نظر امور کفاءت کی تحدید وتعیین کریں گے، بغیر اس کے کہ کفاءت کو آپس میں عزت وذلت وشرافت اور ذلالت کے ساتھ جوڑا جائے۔

۳-ضعیف احادیث کے احکام:

۱- اس موضوع پر غور کرتے ہوئے سمینار اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ فی زمانہ اہل علم کے یہاں اس باب میں افراط وتفریط پائی جاتی ہے۔ بعض حضرات کا حال یہ ہے کہ انہوں نے ہر قسم کی معتبر ونامعتبر روایات کو صحیح وثابت روایات کا درجہ دے رکھا ہے جو کسی بھی طرح ”من كذب علي متعمداً فليتبوأ مقعده من النار“ کے تحت مطلوبہ احتیاط سے ہم آہنگ نہیں۔ دوسری طرف وہ لوگ ہیں جو محض کسی حدیث کے سند کے اعتبار سے ضعیف ہونے کی وجہ سے اس کو یکسر نا قابل اعتبار اور لائق رد سمجھتے ہیں؛ حالانکہ ضعیف احادیث بھی بعض مواقع پر مقبول ہیں، اور حدیث کا سند کے اعتبار سے ضعیف ہونا اس کے متن ومضمون کے مردود ونامقبول ہونے کو مستلزم نہیں۔

۲- جو روایات موضوع ہیں وہ قطعاً غیر معتبر ہیں، نہ ان سے استدلال کی گنجائش ہے اور نہ ان کے موضوع ہونے کی صراحت ووضاحت کے بغیر ان کو نقل کرنا جائز ہے؛ البتہ اگر کسی سند میں واضع حدیث راوی آجائے تو جب تک متن حدیث کے دوسرے طرق کی تحقیق نہ کرلی جائے محض اس سند کی وجہ سے حدیث کے متن ومضمون کو موضوع قرار دینا درست نہیں؛ کیونکہ ممکن ہے کہ کسی ایسی سند سے بھی یہ متن منقول ہو جس میں واضع حدیث راوی نہ آیا ہو۔

۳- اگر کسی حدیث کو متعدد فقہاء ومجتہدین اور محدثین نے بطور استدلال نقل کیا ہو، یا اس روایت پر عمل کرنے کا حکم دیا ہو، یا اس حدیث کو رد کرنے کے بجائے اس کے متن میں تاویل کا راستہ اختیار کیا ہو، اور ظاہر ومتبادر معنی کے بجائے دوسرا معنی متعین کیا ہو، تو یہ ”تلقی بالقبول“ ہے۔

۴- تلقی بالقبول کی وجہ سے سنداً ضعیف احادیث بھی مقبول کا درجہ حاصل کرلیتی ہیں۔

۵- تلقی بالقبول کے علاوہ احادیث صحیحہ سے اور صحابہ کے فتاوی سے مطابقت کی بنا پر بھی احادیث ضعیفہ درجہ اعتبار حاصل کرلیتی ہیں۔

۶- جن احادیث کے رواۃ متہم بالکذب اور فاسق نہ ہوں، لیکن راوی کے خفت ضبط کے باعث روایت ضعیف ہو، ان کے لئے تعدد طرق مفید ہے، اور ایسی روایت ”حسن لغیرہ“ کے درجہ میں آجاتی ہے، بشرطیکہ دوسرے طرق میں بھی راوی پر خفت ضبط ہی کی تہمت ہو نہ کہ کذب وفسق کی۔ ایسی ضعیف حدیثیں جو دوسری نصوص ثابتہ سے متعارض ہوں یا جن میں ضعف راوی کے متہم بالکذب یا فسق کی وجہ سے ہو، تو یہ نہ فضائل میں معتبر ہوں گی اور نہ احکام میں۔

۷- ترغیب وترہیب میں ضعیف روایات معتبر ہیں، بشرطیکہ ان میں ضعف شدید نہ پایا جاتا ہو، اور وہ شریعت کی کسی اصل عام کے تحت

آتی ہوں، اوران پرعمل کرتے ہوئے اس میں بیان کئے ہوئے ثواب وعقاب کی امید تورکھی جائے لیکن یقین جازم نہ ہو۔

۸- موجودہ علمی انحطاط کو دیکھتے ہوئے مناسب ہے کہ اہل علم اپنی تحریروں اور تقریروں میں صحیح وثابت احادیث کے نقل کا اہتمام کریں، اور جہاں ایسی ضعیف حدیثیں پیش کرنی پڑیں وہاں مناسب انداز پر ایسی حدیث کا درجہ اور مقام بھی واضح کردیں؛ تاکہ ضعیف وبے اصل روایات کے نقل کرنے کا چلن نہ ہوجائے۔

۹- ایسی احادیث جو سند کے اعتبار سے ضعیف ہوں، لیکن ان میں ضعف خفت ضبط کی وجہ سے ہو نہ کہ فقدان عدالت کی وجہ سے، اور کسی نص صحیح وثابت سے متعارض نہ ہوں، ان سے احتیاطی احکام یعنی کراہت واستحباب ثابت کئے جاسکتے ہیں۔

۱۰- نیز جن احکام میں کوئی دوسری دلیل شرعی موجود نہ ہو، ان میں ایسی ضعیف الاسناد احادیث سے دیگر احکام بھی ثابت کئے جاسکتے ہیں۔ ایسی احادیث علت غیر منصوصہ پر مبنی قیاس سے اولیٰ ہیں، یہی جمہور سلف کا مسلک ہے۔

نوٹ: مولانا عبداللہ جولم صاحب کو شق ۹ اور ۱۰ سے اتفاق نہیں ہے۔

✧✧✧